پروفیسر حمید احمد خاں

# بلند نصب العین کی اہمیّت

(کیمبرج سے پنجاب یونیورسٹی کے طلبہ کے نام ایک خط)

یہ خط ۱۰ جنوری ۱۹۶۷ کے ''یونیورسٹی کرانیکل'، میں شائع ہوا۔

۲ دسمبر کا دن میرے لیے ہر سال ایک پرانے عہد کو از سرِ نو تازہ کرنے کا پیغام لاتا ہے۔ یہ دن میرے والدِ مرحوم و مغفور مولانا سراج الدین احمد خاں کی رحلت کا دن ہے۔ اُن کی وفات کے وقت میں اتنا کم سن تھا کہ میرے لیے اُن کی یاد ایک دھندلی سی تصویر کے مانند ہے، لیکن اُن کی ذات و صفات کا جو تصور لڑکپن کے دنوں سے مجھے دیا گیا وہ آج بھی میرے ذہن میں ایک روشن ستارے کی طرح چمکتا ہے۔ زندگی کے دورِ اول میں جب مجھے کسی مشکل کا سامنا ہوتا میں اُس کے حل کے لیے اپنے آپ سے ہمیشہ پوچھتا کہ والدِ مرحوم کو اگر یہ صورت درپیش ہوتی تو وہ کیا کرتے؟ اور اس سوال کا جواب ہمیشہ میرے لئے صحیح راہِ عمل معیّن کر دیتا۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ دن میرے لیے کیوں تجدیدِ عہد کا دن ہے اور والدِ ماجد کے ذاتی کردار کے تصور سے وفاداری کا وعدہ میں خاص طور پر اس روز کیوں یاد کرتا ہوں۔

آج جب مجھے یہ پیمانِ وفا باندھے ہوئے نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور میں دیارِ غیر میں وطن سے ہزاروں میل دور بیٹھا ہوں، مجھے یکایک خیال آیا کہ میرے وہ عزیز طلبہ، جو پنجاب یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہیں، فضائلِ اخلاق کے کون سے نمونوں کو پیشِ نظر رکھے ہوئے آیندہ نصف صدی میں اپنی اپنی زندگی کا نقشہ تیار کر رہے ہیں؟ اور یہ سوچتے ہی میرا جی چاہا کہ ان ہزارہا نوجوانوں کو اپنے ذاتی احوال کی روشنی میں توجہ دلاؤں کہ کوئی نہ کوئی اچھا

نمونہ اپنے سامنے رکھنا ، اور بالخصوص اوائلِ عمر میں اپنے سامنے رکھنا ، ہمارے لیے زندگی کی تیاری کی اولیں شرط ہے ۔

انسان کا ضمیر ایک پُرسکوں آبجو سے کہیں زیادہ ایک متلاطم سمندر کی مثال ہے ۔ اگر آپ کبھی اپنے نفس کا محاسبہ کریں تو اندازہ ہوگا کہ ہمیں ہر وقت ، خیال یا عمل کی دنیا میں ، کوئی نہ کوئی نئی صورت درپیش ہے جو ہم سے مسلسل کسی نہ کسی نئے فیصلے کا مطالبہ کرتی ہے ۔ یوں دیکھیے تو اخلاق ارادہ کسی اچھے نصب العین کے مطابق فیصلہ کرنے کی صلاحیت کا نام ہے ۔ یہ اچھا نصب العین، جو بارہا ہماری ذاتی رسائی سے ماورا ہوتا ہے ، اگر کسی ایسی شخصیت کا جامہ پہن سکے جو ہمارے دلی احترام و محبت کی مستحق ہے ، تو اس کا اخلاقی حکم ایک نہ ٹلنے والا تقاضا بن کر ہمارے سامنے آ کھڑا ہوگا ۔ اس عمل کی کئی صورتیں ممکن ہیں، اکثر ہمارے والدین ، یا کوئی بڑا بھائی بہن ، کوئی شفیق استاد یا کوئی اور واجب التکریم بزرگ اس مثالی انداز میں ہماری اخلاقی قوت کا سرچشمہ بن جاتا ہے ۔ پختگیٔ عمر کو پہنچ کر اس قسم کے سہارے کی ضرورت کم ہو جاتی ہے ، لیکن وہ صرف اس لئے کہ نوعمری کے دنوں میں ہم نے کسی اعلیٰ درجے کے نمونۂ اخلاق کا سہارا لے کر نکوکاری کو اپنی عادت بنانے کی کوشش کی ۔ اُن نوجوانوں کے لیے جو نیکی کی زندگی بسر کرنے کی خواہش ، یا نیت ، رکھتے ہیں ، یہ لازم ہے کہ اپنے حلقے کے اندر محبت و عقیدت کا ایک ایسا مرکز تلاش کر لیں جس کی کشش قدم قدم پر انھیں راہِ راست کی طرف آنے کی دعوت دے ۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری دنیا میں نیکی کبھی اس حد تک نایاب نہیں ہوئی کہ ہم کسی اچھے نمونے کی تلاش میں نظر دوڑائیں تو شمع ہدایت کی کوئی نہ کوئی کرن پاس ہی جھلکتی ہوئی نہ مل جائے ۔

خود میں نے جس نصب العین کی روشنی میں اپنی زندگی کے بُرے بھلے دن گزارے ، اس کا خاکہ آپ کو اشعارِ ذیل میں ملے گا جو والدِ مرحوم کی وفات پر لکھے ہوئے ایک مرثیے سے لیے گئے ہیں ۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ ضرور اسی اخلاقی تصور کو اپنی زندگی کے لیے پسند کریں جو شاعر نے اس مرثیے میں پیش

کیا ہے - اچھے کردار کے کئی اور تصور بھی ممکن ہیں ، لیکن یہ بہرحال لازم ہے کہ آپ کا ضمیر کسی نہ کسی ایسے نصب العین سے وابستہ ہو جو آپ کی قوتِ فیصلہ کی رہنمائی کر سکے - والدِ مرحوم کے مرثیے میں سے میرے انتخاب کے چند ابتدائی شعر تمہید کی حیثیت سے ہیں ، اور کاشت کار طبقے کے لئے والد مرحوم کے اس کام کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں اُن کی زندگی کا آخری دور صرف ہوا :

وہ اپنے فن میں ملک کے اندر یگانہ تھا
یکتائے روزگار و وحیدِ زمانہ تھا
کی اُس نے آ کے غیب سے اُس قوم کی مدد
جس کا بجز خدا کے کوئی آسرا نہ تھا
اس قومِ بے زباں کی بنا آ کے وہ زباں
جس میں سے ایک شخص بھی نُطق آشنا نہ تھا

اور وہ شعر جو میرے عزیز طلبہ کی توجہ کے طالب اور اس پورے خط کا موضوعِ خاص ہیں ، یوں ہیں :

ہمت کے اعتبار سے تھا ہمسرِ فلک،
یوں دیکھنے میں گرچہ قد اُس کا میانہ تھا
تھی اُس کے لاگ میں بھی ادا اک لگاؤ کی
اُس کے سوا یہ رنگ کسی اور کا نہ تھا
اُس کی زباں ہمیشہ رہی ترجمانِ دل
اس واسطے کبھی وہ کسی سے دبا نہ تھا
ان صاف گوئیوں کی بدولت تمام عمر
جتنا کہ چاہیے تھا وہ اُتنا بڑھا نہ تھا
طبعِ غیور دی تھی خداوند نے اُسے
آگے کبھی کسی کے سر اُس کا جھکا نہ تھا
نیت میں راستی تھی، ارادے میں تھا خلوص
اُس کے کسی خیال میں مطلق ریا نہ تھا

رکھتا وہ دشمنوں کی طرف سے نہ تھا عناد
ملتا وہ دوستوں سے اگر مخلص، نہ تھا
وہ بے کسوں کے واسطے بنتا رہا سپر
اور سرکشوں کے حق میں وہ اک تازیانہ تھا
تھا مقدرت سے بسکہ وہ بڑھ کر کشادہ دل
کچھ جمع اپنے واسطے اُس نے کیا نہ تھا
وہ پاک نفس تھا غرض اپنی مثال آپ
ذکر اُس کا آج خلق میں یوں غائبانہ تھا
" شہبازِ ما پریدہ رہِ آسماں گرفت
مرغے نہ رفتہ است کہ دیگر تواں گرفت "

کیمبرج
۶ دسمبر ۱۹۶۶ء

* * *